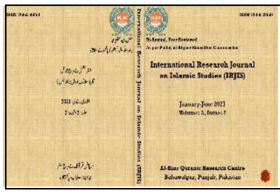

International Research Journal on Islamic Studies (IRJIS)
ISSN 2664-4959 (Print), ISSN 2710-3749 (Online)
Journal Home Page: https://www.islamicjournals.com
E-Mail: tirjis@gmail.com / info@islamicjournals.com
Published by: "Al-Riaz Quranic Research Centre" Bahawalpur

نظریہ عصبیت کے قانون بین الممالک پر اثرات

The Impact of the Theory of Asabiyyah on International Law

1. Hafiz Muhammad Arif
Ph.D Scholar, Department of Fiqh and Sharih,
The Islamia University of Bahawalpur
Email: muhammadarif03047419065@gmail.com
ORCID ID: https://orcid.org/0009-0000-5844-2969

Dr. Abdul Ghaffar
Lecturer, Department of Fiqh and Sharih,
The Islamia University of Bahawalpur
Email: abdulghaffar@iub.edu.pk
ORCID ID: https://orcid.org/0000-0001-8986-0266

To cite this article: Hafiz Muhammad Arif & Dr. Abdul Ghaffar. 2025. "نظریہ عصبیت کے قانون بین الممالک پر اثرات : The Impact of the Theory of Asabiyyah on International Law". International Research Journal on Islamic Studies (IRJIS) 7 (Issue 1), 17-36.

Journal	International Research Journal on Islamic Studies Vol. No. 7 || January - June 2025 || P. 17-36
Publisher	Al-Riaz Quranic Research Centre, Bahawalpur
URL:	https://www.islamicjournals.com/urdu-7-1-2/
DOI:	https://doi.org/10.54262/irjis.07.01.u2
Journal Homepage	www.islamicjournals.com & www.islamicjournals.com/ojs
Published Online:	30 June 2025
License:	This work is licensed under an Attribution-ShareAlike 4.0 International (CC BY-SA 4.0)

Abstract:

The discipline of international law has been shaped by the historical experiences and philosophical foundations of Western civilization, Enlightenment rationalism, colonial expansion, and modern liberalism. While these paradigms have significantly influenced the development of legal norms, institutions, and practices on a global scale, there is a growing recognition that the universalists' claims of international law often mask a deeply embedded Eurocentrism. In response, scholars have begun to re-examine international legal systems through alternative, non-Western epistemologies that reflect the diverse sociopolitical experiences of other civilizations. One such powerful framework is the theory of Asabiyyah, introduced by Ibne Khaldun. Asabiyyah is an analysis of the cyclical nature of political power and the rise and fall of civilizations. Ibne Khaldun proposed an internal group

solidarity to confront challenges, expand its influence, and eventually establish governance.This study attempts to bridge the conceptual world of Asabiyyah with the modern structure of international law. Asabiyyah argues that the legal interactions among states, the formation of transnational alliances, and the enforcement of international norms are all significantly influenced by collective identities and group dynamics that parallel Ibn Khaldun’s insights. The relevance of this classical Islamic concept to contemporary international law becomes evident when examining how blocs such as the European Union, the African Union, BRICS, the Organization of Islamic Cooperation (OIC), or even NATO function. This paper will critically engage with both classical Islamic thought and contemporary international legal theory to explore the intersections between Asabiyyah and international law. It will examine historical case studies, such as the legal frameworks during the Islamic Caliphates, as well as modern scenarios including post-colonial legal developments and present-day geopolitical alliances.

Keywords: International Law, Asabiyyah, Group Solidarity, Geopolitics, Decolonization of Law, Islamic Legal Thought, Global Governance, Power Dynamics

تمہید

نظریہ عصبیت ایک ایسا نظریہ ہے جس کے تحت لوگ اپنی قومیں، قبائل، یا خاندان یا کسی خاص گروہ سے شدید محبت اور الفت کا اظہار کرتے ہیں جس کی وجہ سے وہ اپنے گروہ کے لوگوں کو دوسرے گروہ کے لوگوں سے افضل سمجھتے ہیں اور ان کی حمایت میں ہر قسم کے تعاون کرنے کو سعادت سمجھتے ہیں۔ یہ نظریہ اکثر اوقات نسلی بنیادوں پر مبنی ہوتا ہے۔ خود مختاری اور طاقت حاصل کرنے کے لیے عصبیت کی قوت کا ہونا ضروری ہے، جس کے ذریعے سے لوگ حکم مانیں، لہذا حکومت ہی عصبیت کی غرض و غایت ہے۔ اگر ایک قبیلہ میں مختلف خاندانوں کی الگ الگ عصبیت ہو تو ایک ایسی بالادست عصبیت کا ہونا ضروری ہوتا ہے جو تمام عصبیتوں سے قوی ہو، سب پر غالب ہو اور سب کو اپنے اندر جذب کر لے۔

بنوامیہ اور بنوعباس کی حکومتوں کو اور ان کے اقتدار کے دورانیے پر غور و فکر کیا جائے تو اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ عصبیت کے ذریعے سے ہی یہ خاندان حکمران بنے۔ یہ لوگ اپنے اہل عصبیت کو ہی سپہ سالار، قاضی اور دیگر سرکاری عہدوں پر فائز کرتے۔ انہوں نے غلبہ حاصل کر کے تین براعظموں پر قیادت کی اور یہ خاندان اسی وجہ سے سب پر غالب رہے۔ ان کی نسلی خوبیوں سخاوت، علمیت، تقوی، شجاعت و بہادری، دشمن کے ساتھ خاص برتاؤ اور اپنے ہی خاندان کے لوگوں کو حکومتی عہدوں پر فائز رکھنا عصبیت کی بناء پر ان کے غلبہ کا سبب بنا۔

عصر حاضر میں نیو ورلڈ آرڈر بھی اسی عصبیت کا شاخسانہ نظر آتا ہے۔ مختلف اقوام اپنے خاص مزاج، خاص سوچ اور اقتدار کی ہوس پرستی کی وجہ سے دنیا کی دولت اور وسائل پر قابض ہیں۔ جدید اسلحہ، ورلڈ بنک، آئی ایم ایف اور ٹیکنالوجی میں مہارت کی وجہ سے پوری دنیا پر اپنی مرضی مسلط کی ہوئی ہے اور یہ سب کچھ اقوام متحدہ کی چھتری کے نیچے کیا جا رہا ہے۔ نیٹو ان کی فوجی طاقت ہے، جس کی سرتابی کی ابھی تک کسی کی مجال نہیں۔ مخصوص جغرافیائی حدود، معدنیات اور قدرتی وسائل سے مالا مال ہونے کی وجہ سے مسلم ممالک ان کی عصبیت کا شکار بنے رہے ہیں اور انہی

کی منصوبہ بندی کی وجہ سے پوری امت مسلمہ نااتفاقی کی شکار ہے، جس کی وجہ سے مسلمان ممالک ایک ایک کر کے ان کے غلبہ اور قہر کا نشانہ بنتے جا رہے ہیں، جیسا کہ افغانستان، عراق اور فلسطین وغیرہ۔

2 عصبیت کا تعارف

عصبیت کا لفظ عصب سے نکلا ہے جس کا مادہ "ع۔ ص۔ ب" ہے، جس کا معنی "بدن کا پٹھ" ہے۔[1] عربی زبان میں اپنے والد کی طرف سے خونی رشتہ داروں کو عصبہ کہتے ہیں کیونکہ عموماً باپ کے رشتہ دار (دودھیال) کی وجہ سے معاشرے میں خاندان کی عزت کا معیار سمجھا جاتا ہے اور آنے والی نسلیں انہی رشتہ داروں کی وجہ سے اپنے آپ کو طاقتور سمجھتی ہیں۔یہی وجہ ہے کہ علم لغات کے ماہرین نے تعصیب اور عصبیت کا مفہوم یوں بیان کیا ہے کہ اس سے مراد اپنے آباؤاجداد پر اور اپنی قوم پر فخر کرنا اور ان کی حمایت کرنا ہے۔[2]

حکومت کا مدار قوت عصبیت پر ہے، اس کا سبب یہ ہے کہ ریاست غلبہ کی رہین منت ہے اور غلبہ کا مدار عصبیت پر ہے۔اس لیے حکمران عصبیت کا دیگر ماتحت, عصبیتوں سے طاقتور ہونا لازمی ٹھہرا کیونکہ جب تمام لوگوں کو حکمران خاندان کی عصبیت اور طاقت سب سے زیادہ معلوم ہو گی تو وہ سب حکمران کے مطیع و منقاد ہو جائیں گے۔[3]

اسلام کی رو سے عصبیت کا جو مفہوم رسول ﷺ نے بیان کیا وہ اس طرح ہے کہ جب واثلہ بن الاسقعؓ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ عصبیت کیا ہے تو آپ ﷺ نے اس کے جواب میں یوں ارشاد فرمایا کہ

"أَنْ تُعِينَ قَوْمَكَ عَلَى الظُّلْمِ "[4]

"عصبیت یہ ہے کہ تو اپنی قوم کے ظلم کے اوپر حمایت کرے۔"

حمایت کا مدار خونی رشتہ پر یا اس کے ہم مثل تعلق پر ہے۔یہ انسان کا طبعی خاصہ ہے کہ وہ اپنے کسی عزیز یا رشتہ دار پر کسی کے ظلم کو برداشت نہیں کر سکتا، کیونکہ جب عزیز، عزیز پر ظلم ہوتا ہوا دیکھتا ہے تو اس کا خون کھول جاتا ہے اور وہ دل سے چاہتا ہے کہ اس کے مصائب و مظالم کے درمیان حائل ہو جائے اور دشمن کی گردن توڑ دے۔جب سے انسان پیدا ہوا ہے اسی وقت سے اس میں یہ جذبہ کار فرما نظر آتا ہے پھر جب دو باہمی مدد کرنے والوں میں خونی رشتہ انتہائی قریب کا اور گہرا ہو جس سے دونوں میں اتحاد و اتفاق کو بھی قوت پہنچ رہی ہو تو ایک دوسرے پر جانثاری کا جذبہ بھی اتنا ہی گہرا اور قوی ہو گا۔[5]

اگر کسی خاندان کے افراد میں خونی رشتے کی حمیت کا جذبہ موجود ہے تو کوئی اس خاندان کے کسی فرد پر ظلم نہیں کر سکتا اور اگر سوئے اتفاق سے کوئی دشمن ان پر حملہ کرتا ہے تو خاندان کا ہر شخص شمشیر بکف اور سینہ سپر ہو کر میدان جنگ میں میں کود آتا ہے تا کہ خود بھی نجات حاصل

---

[1] Fayruzabadi, Majd al-Din Muhammad bin Ya'qub. Al-Qamus al-Muhit. Beirut, Lebanon: Dar al-Kitab al-'Arabi, 2014.
[2] Az-Zayyat, Ahmad Hasan. Mu'jam al-Wasit. Lahore: Maktabah Rahmaniyyah, 2004.
[3] Ibn Khaldun, 'Abd ar-Rahman bin Muhammad bin Muhammad, Wali ad-Din. Muqaddimah Ibn Khaldun, Bab Doem. Vol. 1, 244.
[4] As-Sijistani, Sulaiman bin Ash'ath. Sunan Abi Dawud, Abwab an-Naum, Bab fi al-'Asabiyyah. Beirut: Dar ar-Risalah al-'Alamiyyah, 1430H. Hadith no. 5119
[5] Ibn Khaldun. Muqaddimah Ibn Khaldun, Bab Doem, Fasl Aath. Vol. 1, 240.

کرے اور خاندان کو بھی ذلت سے بچالے اس لیے وہ رسوائی کے ڈر سے جان پر کھیل جاتا ہے اگر ان میں یہ جذبہ کار فرما نہ ہو تو وہ جنگلوں میں رہائش کیوں اختیار کریں کیونکہ اس صورت میں وہ تو آسانی سے کسی دوسری قوام کے منہ کو نوالہ بن سکتے ہیں۔[6]

اسی طرح رسول ﷺ نے ایک حدیث مبارکہ میں عصبیت سے متعلق ارشاد فرمایا کہ

"من دعا إلى عصبية فليس منا، ومن قاتل عصبية فليس منا، ومن مات على عصبية فليس منا۔"[7]

جو شخص عصبیت کی طرف بلائے وہ ہم میں سے نہیں ہے اور وہ شخص بھی ہم میں سے نہیں کہ جو عصبیت کی وجہ سے ایک دوسرے سے لڑائی جھگڑا کرے اور وہ شخص بھی ہم میں سے نہیں جو عصبیت کی بنا پر مر جائے۔

شریعت اسلامی کے مطابق قبیلوں، ذاتوں، خاندانوں، صوبوں، علاقوں، اور شہروں کی تقسیم اور اسی طرح انسانوں کی تقسیم فطرت خداوندی کے خلاف نہیں ہے بلکہ یہ فطری تقاضوں کے عین مطابق ہے، جیسا کہ اللہ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ ۖ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا ۚ أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ۔[8]

"اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں اور (کسی کی) ٹوہ میں نہ لگے رہو اور کوئی کسی کی غیبت بھی نہ کیا کرے۔ کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے۔ اس کو تم ناگوار سمجھتے ہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔"

اس آیت سے متعلق تفسیر مظہری میں قاضی ثناءاللہ لکھتے ہیں کہ

"ذكر البغوي أنه قال مقاتل لما كان يوم فتح مكة أمر رسول الله ﷺ بلالاً حتى أتى على ظهر الكعبة وأذن فقال عباد بن أسيد الحمد لله الذي قبض أبي حتى لم ير هذا اليوم، وقال الحارث بن هشام أما وجد محمد غير هذا الغراب الأسود مؤذناً، وقال سهيل بن عمرو إن يرد الله شيئاً يغيره وقال أبو سفيان إني لا أقول شيئاً أخاف أن يخبر به رب السماء فأتاه جبرئيل عليه السلام فأخبر رسول الله ﷺ بما قالوا فدعاهم وسألهم عما قالوا فأقروا فأنزل الله تعالى : هذه الآية وزجرهم عن التفاخر بالأنساب والتكاثر بالأموال والإزدراء بالفقر۔"[9]

"امام بغوی نے ذکر کیا کہ مقاتلؒ نے کہا جب فتح مکہ ہوا تو اس دن رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال کو حکم دیا کہ کعبہ کی چھت پر آذان دو۔ قریش مکہ میں سے عباد بن اسید نے کہا کہ اللہ کا شکر ہے کہ میرے والد کو یہ برا دن نہیں دیکھنا پڑا، وہ پہلے ہی فوت ہو گئے اور حارث بن ہشام نے حضرت بلالؓ کے متعلق کہا کہ کیا محمد ﷺ کو اس کالے کوے کے علاوہ آذان دینے کے لئے کوئی نہ ملا اور سہیل بن عمرو نے کہا: اگر اللہ کوئی چیز چاہتا ہے تو اسے بدل دیتا ہے۔ اسی دوران حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ بولے میں کچھ نہیں کہوں گا کیونکہ میں کچھ کہوں تو آسمان کا مالک ان

6 Ibn Khaldun. Muqaddimah Ibn Khaldun, Bab Doem, Fasl 7. Vol. 1, 239.

7 As-Sijistani, Sulaiman bin Ash‘ath, Sunan Abi Dawud, Abwab an-Naum, Bab fi al-‘Asabiyyah, Beirut: Dar ar-Risalah al-‘Alamiyyah, 1430H, Raqm al-Hadith: 5119

8 Al-Qur’an, 12:49

9 Panipati, Qazi Sanaullah. Tafsir Mazhari. Beirut: Dar Ihya at-Turath al-‘Arabi, 2004.

(رسول اکرم ﷺ) کو اطلاع کردے گا۔ چنانچہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور یہ آیت تلاوت فرمائی، پھر آپ ﷺ نے انہیں بلایا اور جو کچھ انہوں نے کہا تھا اس بارے پوچھا تو انہوں نے اس کا اقرار کر لیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور انہیں نسب پر فخر کرنے اور اموال کی کثرت پر اکڑنے اور غریبوں کو حقیر سمجھنے سے منع فرمایا۔

دنیا کی مضبوط، ترقی یافتہ اور جدید ٹیکنالوجی سے مالامال اقوام نے بھی اسی عصبیت کا فائدہ اٹھا کر پوری دنیا پر اپنا تسلط قائم کرنے اور اس کو برقرار رکھنے کے لیے United Nations کے نام سے ایک اجتماعی ادارہ 1945ء کو جنگ عظیم دوم کے بعد قائم کیا۔ اقوام متحدہ کے چارٹر میں قانون بین الممالک کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے کہ "اس سے مراد وہ اصول اور معاہدے ہیں جو ممالک کے درمیان تعلقات کو منظم کرتے ہیں، تنازعات کے حل کو یقینی بناتے ہیں اور عالمی امن کو فروغ دیتے ہیں۔"[10]

اسی طرح معروف قانون دان Lassa Oppenheim ان الفاظ میں قانون بین الممالک کی تعریف کرتے ہیں کہ وہ اصول جو مہذب ریاستوں کے باہمی تعلقات کو قانونی طور پر تسلیم شدہ حقوق و فرائض کی بنیاد پر مرتب کرتے ہیں۔"[11]

ان تعریفات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ برادری، خاندان اور لسانی تقسیم خلاف فطرت اور اسلامی تعلیمات کے خلاف ہیں۔ ان مفسدات کا استعمال معاشرے میں عام ہوتا جارہا ہے، جو تعلیمات نبوی ﷺ کے سراسر منافی ہے۔

3 تصور عصبیت: نصوص شرعیہ کی روشنی میں

قرآن وحدیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنی قوم اور خاندان سے محبت کرنا اور ان کا خیال رکھنا عصبیت نہیں ہوتی، بلکہ اپنی قوم کے غیر منصفانہ اور غیر عادلانہ اقدام کی بے جا حمایت عصبیت کے زمرے میں آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں عصبیت کی بجائے بار بار عدل وانصاف کرنے کی تلقین کی ہے، جیسا کہ سورۃ المائدہ میں فرمایا گیا:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ ۖ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا ۚ اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ"[12]

"اے ایمان والو! اللہ کی خاطر راستی پر قائم رہنے والے اور انصاف کی گواہی دینے والے بنو۔ کسی گروہ کی دشمنی تمہیں اتنا مشتعل نہ کر دے کہ انصاف سے پھر جاؤ۔ عدل کرو یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے"۔

حقیقت میں امت مسلمہ کے افراد کی اصل ذمہ داری یہی ہے کہ وہ انصاف کے علمبردار بن کر کھڑے ہوں۔ مسلمان جتنا احکام الٰہی کے مطابق زندگی گزارے گا اور انصاف کی سربلندی کے لیے کام کرے گا، وہ اتنا ہی اپنے اللہ کے قریب ہوتا ہے۔ عدل کے راستے میں دو چیزیں حائل ہوتی ہیں: ایک اپنی قوم، اپنے اقارب اور دوستوں کی محبت اور دوسری مخالفین سے دشمنی لیکن اسلام ہمیں ہر حال میں عدل کا حکم دیتا ہے، جیسا کہ سورۃ النساء میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ

[10] United Nations. Charter of the United Nations. 1945.
[11] Oppenheim, Lassa. International Law: A Treatise. Edited by Hersch Lauterpacht. 7th ed. London: Longmans, 1948.

[12] Al-Qur'an. 8:5.

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ"[13]

"اے ایمان والو! انصاف پر مضبوطی سے قائم رہنے والے بنو۔ اللہ کے لیے اس کی شہادت دیتے ہوئے اگرچہ یہ شہادت تمہارے اپنے نفسوں کے خلاف ہو یا تمہارے والدین اور قریبی رشتہ داروں کے خلاف ہو"۔

اس آیت مبارکہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک مسلمان کو ہر حالت میں عدل وانصاف کے مطابق اپنی زندگی بسر کرنی چاہیئے۔ اگر عصر حاضر کا مسلمان اپنی زندگی میں یہ رویے اختیار کرے، تو کسی کے بھی حقوق پامال نہیں ہوں گے۔ آج ہم عدل وانصاف کی بجائے انتشار، نفرت، تکبر، انانیت، علاقائیت، قوم پرستی اور تفرقہ بازی جیسی قباحتوں میں مبتلا ہو چکے ہیں۔ انہی خرابیوں کے باعث ہمارے معاشرے کا سکون برباد ہو گیا ہے۔ ہمیں ان خرابیوں کو ترک کر کے عدل وانصاف کا راستہ اپنانا چاہیے۔[14]

3.1 احادیث رسول ﷺ کی روشنی میں عصبیت

رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات سے واضح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ دنیا کے لیے رحمت بن کر تشریف فرما ہوئے۔ نبی کریم ﷺ نے امت کو نیکی کی رغبت دی اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچنے کا حکم دیا۔ نیکی کے کام میں ایک دوسرے کی معاونت اور برائی کے کاموں میں دور رہنے کا حکم دیا۔ عصبیت ایک ایسی معاشرتی بیماری ہے جو اپنے دوست احباب کو حق سچ کہنے سے اور انہیں زبردستی نیکی کی طرف راغب کرنے میں مانع ہے، لہٰذا شریعت مطہرہ میں اس کی مذمت فرمائی گئی ہے۔ مندرجہ ذیل احادیثِ مبارکہ میں عصبیت کی حقیقت کو بالکل واضح کیا گیا ہے اور اسے جاہلیت اور رسول اللہ کی جماعت سے خارج کرنے کا سبب قرار دیا گیا، جیسا کہ یہ احادیث مبارکہ ظاہر کر رہی ہیں:

"مَنْ قَاتَلَ تَحْتَ رَايَةٍ عِمِّيَّةٍ، يَدْعُو إِلَى عَصَبِيَّةٍ، أَوْ يَغْضَبُ لِعَصَبِيَّةٍ، فَقِتْلَتُهُ جَاهِلِيَّةٌ"[15]

"جو گمراہی کے جھنڈے تلے لڑا کہ عصبیت کی طرف بلا رہا ہے یا عصبیت کی بنیاد پر غضبناک ہو رہا ہے، تو یہ جاہلیت کا لڑنا ہے۔"

اسی طرح رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ کیا انسان کا اپنی قوم سے محبت کرنا بھی عصبیت ہوگا؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا، وَلَكِنْ مِنَ الْعَصَبِيَّةِ أَنْ يُعِينَ الرَّجُلُ قَوْمَهُ عَلَى الظُّلْمِ"[16]

نہیں! لیکن عصبیت یہ ہے کہ ایک شخص ظلم میں اپنی قوم کی مدد کرے۔

واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: "یا رسول اللہ ﷺ! عصبیت کیا ہے؟ فرمایا عصبیت یہ ہے کہ

"أَنْ تُعِينَ قَوْمَكَ عَلَى الظُّلْمِ"[17]

تو ظلم میں اپنی قوم کا مددگار بن جائے۔

[13] Al-Qur'an. 4:135.
[14] Farooq, Muhammad. "Insidad-e-'Asabiyyat." Daily Pakistan Urdu News, p. 7.
[15] Ibn Majah, Muhammad bin Yazid. Sunan Ibn Majah, Kitab al-Fitan, Bab al-'Asabiyyah. Beirut: Dar ar-Risalah al-'Alamiyyah, 1430H. Hadith nos. 3948.
[16] Ibn Majah, Muhammad bin Yazid. Sunan Ibn Majah, Hadith nos. 3949.
[17] Abi Dawud, Sunan Abi Dawud, Abwab an-Naum, Bab fi al-'Asabiyyah, Raqm al-Hadith: 5119

رسول اللہ ﷺ نے ایک خطبے میں عصبیت سے متعلق یوں ارشاد فرمایا کہ

" خَيرُكم المُدَافِعُ عن عَشِيرته ما لم يأثم "[18]

"تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو اپنے قبیلے کا دفاع کرے، بشرطیکہ یہ حمایت گناہ کا سبب نہ ہو۔"

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

"مَنْ نَصَرَ قَوْمَهُ عَلَى غَيْرِ الْحَقِّ فَهُوَ كَالْبَعِيرِ الَّذِي رُدِّيَ، فَهُوَ يُنْزَعُ بِذَنَبِهِ "[19]

جو شخص ناحق بات میں اپنی قوم کی مدد کرے، اس کی مثال اس اونٹ کی سی ہے، جو گہرے گڑھے میں گر چکا ہے اور اسے اس کی دم سے پکڑ کر نکالا جا رہا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے عصبت جاہلیہ کی طرف بلانے والے اور لڑنے والے کو اپنی امت سے خارج قرار دیا، جیسا کہ ارشاد فرمایا:

" ليس منَّا من دَعا إلى عصبيّةٍ، وليس مِنا من قاتل على عَصبيّةٍ، وليس منا من مات على عصبيّة."[20]

"جس نے عصبیتِ (جاہلیہ) کی طرف بلایا، وہ ہم میں سے نہیں اور جو شخص عصبیتِ (جاہلیہ) کی خاطر لڑا وہ ہم میں سے نہیں اور جو شخص عصبیتِ (جاہلیہ) پر مرا، وہ ہم میں سے نہیں۔"

ان احادیث مبارکہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اپنی قوم، قبیلے یا گروہ کی ناحق حمایت، عصبیتِ جاہلیہ ہے اور یہی خصلت انسان کو ظلم پر آمادہ کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قوم یا گروہ کی اس حد تک بے جا حمایت سے منع فرمایا کہ جس کے نتیجے میں ظلم کو روا سمجھا جائے، جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا

"وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا "[21]

"اور کسی قوم کی عداوت تمہیں ترکِ انصاف پر نہ ابھارے۔"

مذکورہ نصوص شرعیہ میں جہاں ظلم پر اپنی قوم، قبیلے یا گروہ کی حمایت کو عصبیتِ جاہلیہ سے تعبیر کیا گیا ہے اور اس کی نفی کی گئی ہے، وہاں خیر اور نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد اور ظلم وعدوان کے خلاف صف آرا ہونے کی ترغیب بھی دی گئی ہے۔ اسی طرح تعصب بلاشبہ قابل مذمت ہے، لیکن دین پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہنا ایک قابلِ تحسین وصف ہے۔ ان دونوں میں فرق کو ہر صورت ملحوظ رکھنا چاہیے۔

3.2 عصبیت اور اسلام دشمنی

اسلام کا سر زمین عرب پر جب ظہور ہوا تو اس کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ یہی خاندانی و لسانی تعصبات تھے اور رسول اللہ ﷺ کی اپنی قوم ان تعصبات میں سب سے پیش پیش تھی۔ خاندانوں کے مفاخر اور نسبی وذاتی وجاہتوں کے تصورات، ان کے اور اسلام

[18] Ibid, Raqm al-Hadith: 5120
[19] Abi Dawud, Sunan Abi Dawud, Abwab an-Naum, Bab fi al-'Asabiyyah, Raqm al-Hadith: 5117
[20] Abi Dawud, Sunan Abi Dawud, Abwab an-Naum, Bab fi al-'Asabiyyah, Raqm al-Hadith: 5121
[21] Al-Qur'an, 8:5

کے درمیان شدت کے ساتھ حائل تھے۔ وہ کہتے تھے کہ یہ قرآن اگر خدا کی طرف سے نازل ہوا ہے تو مکہ یا طائف کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نازل نہ ہوا، جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

"وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ "[22]

"اور انھوں نے کہا کہ یہ قرآن دو بستیوں میں سے کسی بستی کے بڑے آدمی پر کیوں نہ اُترا؟"

ابو جہل سمجھتا تھا کہ محمد ﷺ رسالت کا دعویٰ کر کے اپنے خاندانی مفاخر میں سے ایک اور اعزاز کا اضافہ کرنا چاہ رہے ہیں۔ اس کا قول تھا کہ "ہمارا اور بنو عبد مناف کا مقابلہ تھا۔ ہم شاہسواری میں ان کے حریف تھے۔ کھانا کھلانے میں، عطا اور بخشش میں ان کے برابر تھے۔ اب وہ کہتے ہیں کہ ہمارے ہاں وحی آنا شروع ہوئی ہے۔ خدا کی قسم! ہم تو محمد ﷺ کی تصدیق نہ کریں گے۔"[23] یہ صرف ابو جہل ہی کے خیالات نہ تھے بلکہ تمام مشرکین قریش کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کے پیش کردہ دین کا یہی عیب تھا، جس کی بنا پر قریش کے تمام خاندان بنی ہاشم سے ناراض ہو گئے اور بنی ہاشم نے بھی اسی قومی عصبیّت کی خاطر رسول اللہ ﷺ کی حمایت کی، حالانکہ ان میں سے اکثر مسلمان نہ تھے۔ شعب ابی طالب میں بنی ہاشم کو اسی لیے محصور کیا گیا اور تمام قریش نے اسی وجہ سے مقاطعہ کر لیا۔ جن مسلمانوں کے خاندان کمزور تھے ان کو شدید مظالم سے تنگ آ کر حبشہ کی جانب ہجرت کرنا پڑی اور جن کے خاندان طاقت ور تھے وہ اپنی حق پرستی کی بنا پر نہیں بلکہ خاندانی طاقت کی بنا پر قریش کے ظلم و ستم سے ایک حد تک محفوظ رہے۔

عرب کے یہود تورات و انجیل کی پیش گوئیوں کی بنا پر مدتوں سے ایک نبی کے منتظر تھے۔ انہی کی دی ہوئی خبروں کا نتیجہ تھا کہ جب رسول اللہ ﷺ کی دعوت شروع ہوئی تو مدینہ کے بہت سے باشندے مسلمان ہو گئے مگر خود یہودیوں کو جس چیز نے آپ ﷺ کی تصدیق سے روکا وہ یہی نسلی عصبیت تھی۔ اُن کو اس پر اعتراض تھا کہ آنے والا نبی، بنی اسرائیل کے بجائے بنی اسماعیلؑ میں سے کیوں آیا؟۔ اس تعصب نے ان کو یہاں تک مدہوش کر دیا کہ وہ موحدین کو چھوڑ کر مشرکین کے ساتھی ہو گئے۔

یہی حال نصاریٰ کا تھا۔ وہ بھی آنے والے نبی کے منتظر تھے، مگر ان کو توقع تھی کہ وہ شام میں پیدا ہو گا۔ عرب کے نبیؐ کو ماننے کے لیے وہ تیار نہ تھے۔ ہرقل کے پاس جب رسول اللہ ﷺ کا فرمان پہنچا تو اس نے قریش کے تاجروں سے کہا کہ مجھے معلوم تھا کہ ایک نبی ابھی اور آنے والا ہے۔ مگر یہ امید نہ تھی کہ وہ تم میں سے ہو گا۔[24] نیز مقوقس مصر کے پاس جب اسلام کی دعوت دینے سفیر رسول حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ مصر گئے تو اس نے بھی یہی کہا کہ "ابھی ایک نبی آنا باقی ہے، یہ مجھے معلوم ہے، مگر مجھے اُمید تھی کہ وہ شام میں آئے گا۔"[25]

---

[22] Al-Qur'an, 43:31
[23] Ibn Kathir, Isma'il bin 'Umar bin Kathir, Al-Bidayah wa an-Nihayah, Dar Hajar li at-Tiba'ah wa an-Nashr wa at-Tawzi', Qahirah, 2010, Jild 3, s: 79
[24] Ibn Hisham, 'Abd al-Malik bin Hisham, Abu Muhammad al-Himyari, As-Sirah an-Nabawiyyah, Dar Ibn Hazm, Beirut, 2009, Jild 1, s: 268
[25] Ibid, Jild 1, pg: 331

اسی تعصب کا دور دورہ عجم میں بھی تھا۔ خسرو پرویز کے پاس جب حضور ﷺ کا نامۂ مبارک پہنچا تو "وہ جس چیز پر غضب ناک ہوا، وہ تھا ایک غلام قوم کے فرد کا بادشاہِ عجم کو براہ راست مخاطب کرنا! ۔ وہ عرب قوم کو ذلیل سمجھتا تھا اور اپنے ماتحت خیال کرتا تھا۔ یہ بات ماننے کے لیے وہ کسی طرح تیار نہ تھا کہ ایسی قوم میں کوئی حق کی طرف بلانے والا پیدا ہو سکتا ہے"۔[26]

اسلام کے خلاف اس کے دشمن یہودیوں کے پاس سب سے بڑا کارگر حربہ یہی تھا کہ مسلمانوں میں قبائلی عصبیت پیدا کریں۔ اسی بنیاد پر مدینہ کے منافقین سے ان کا ساز باز تھا۔ ایک مرتبہ انھوں نے جنگِ بعاث کا ذکر چھیڑ کر انصار کے دونوں قبیلوں یعنی اوس اور خزرج میں عصبیت کی ایسی آگ بھڑکائی کہ تلواریں کھنچنے کی نوبت آگئی۔"[27]

4 عصبیت کا سد باب تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں

نبی کریم ﷺ کی بعثت سے قبل اہل عرب کا معاشرتی نظام جہاں دیگر فکری، اخلاقی اور معاشرتی خرابیوں کا شکار تھا وہاں سماجی طور پر ایک بڑی قباحت یہ بھی تھی کہ ان کی اکثریت خاندانی، قبائلی اور جغرافیائی طور پر عصبیت کا شکار تھی۔ ان عصبیتوں نے ان کو کئی طرح کے تفاخر میں مبتلا کر رکھا تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے اپنی نبوی حکمت عملی سے جہاں دیگر فکری و سماجی خرابیوں کا تدارک کیا وہاں نسلی، نسبی، مذہبی اور قبائلی عصبیتوں کے حوالے سے بھی کامل رہنمائی عطا کی۔

نبی کریم ﷺ نے ایسے فلاحی معاشرہ کی بنیاد رکھی جس میں ہر انسان کو بلا تفریقِ مذہب و قبیلہ اس کے حسبِ حال حقوق حاصل تھے۔ اس معاشرہ میں حقوق کی ادائیگی میں کبھی بھی مذہب، قبیلہ، خاندان، علاقہ اور نسب رکاوٹ نہیں بنا۔ ہر طرح کے تعصب و عصبیت سے پاک معاشرہ معرض وجود میں آیا، جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

"يَآيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ۚ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ۔"[28]

"اے لوگو! ہم نے آپ کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہارے کنبے اور قبیلے بنا دیئے تاکہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بے شک تم میں سے زیادہ معزز وہ شخص ہے جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے۔"

خاندانوں اور قبیلوں میں انسانوں کا تقسیم ہونا کائنات کے تنوع کا ایک رنگ بھی ہے اور انسانی شناخت کی وجہ بھی لیکن قوم، خاندان قبیلہ وغیرہ کی تقسیم سے ان کے اعلیٰ وادنی، برتر و کم تر ہونے کا فیصلہ نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی اس وجہ سے ان کے حقوق کا تعین کیا جا سکتا ہے اور نہ کوئی خاندان یا قبیلہ اپنی نسل و قومیت کی بنا پر برتری کا اظہار کر سکتا ہے

نبی کریم ﷺ نے مختلف طریقوں سے تعصب کی ہر جہت کا سد باب فرمایا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے تعصبات پر مبنی رویوں کے خاتمے کیلئے اُسوۂ حسنہ میں تین جہات نظر آتی ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں: 1۔ سماجی تعصبات کا خاتمہ، 2۔ قبائلی تعصبات کا خاتمہ، 3۔ نسلی وعلاقائی تعصبات کا خاتمہ۔

---

[26] Ibid, Jild 1, pg: 608
[27] Ibid, Jild 1, pg: 427
[28] Al-Qur'an, 13:49

4.1 سماجی تعصبات کا خاتمہ

مدینہ منورہ آمد کے بعد نبی کریم ﷺ کا اہل ایمان کے مابین رشتہ مواخات قائم کرنا سماجی تعصبات کے خاتمے کا اعلان تھا۔ مہاجرین و انصار میں مختلف خاندانوں کے مختلف حیثیتوں کے لوگ تھے لیکن اب ان سب کو شناخت کا ایک نیا حوالہ عطا کیا گیا۔ مہاجرین میں اکثریت قریش ہی کی تھی اور قبائل قریش جس طرح تمام عرب میں اپنے نسلی تفاخر کی بات کیا کرتے تھے اس کی واضح مثال غزوہ بدر میں بھی سامنے آتی ہے کہ مکہ میں کفار نے ابتدا میں انصار مدینہ سے لڑنے ہی سے انکار کر دیا تھا۔[29]

نبی کریم ﷺ خود اس معاشرے میں رہے اور ان کے ہر طرح کے رویوں کو نہ صرف قریب سے دیکھا بلکہ اس کے محرکات سے بھی بخوبی واقف تھے۔ اس لیے آپؐ نے مواخات قائم کیا۔ ظاہری پہلو تو برادری کے قیام اور امداد باہمی پر مبنی تھا جبکہ باطنی پہلو خاندانی برتری و قومیت کا خاتمہ ہی تھا۔ اس طرح کی ایک اور مثال حضرت بلالؓ کو فتح مکہ کے موقع پر کعبہ کی چھت پر کھڑے ہو کر اذان دینے کا حکم تھا۔ حضرت بلالؓ کے اذان دینے کے موقع پر قریش کے چند لوگوں نے جس طرح کی آراء دیں۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کا اتنے عظیم الشان موقع پر ایک آزاد کردہ غلام کو اس اعزاز سے نوازنا فی الحقیقت اس متعصب فکر ہی کا خاتمہ تھا جو برتری کے جھوٹے دعویٰ میں مبتلا تھی۔[30]

4.2 قبائلی تعصبات کا خاتمہ

میثاق مدینہ صرف ایک معاہدہ ہی نہیں بلکہ سماجی و ریاستی نظم کا ایک ہمہ جہت منشور بھی ہے۔ اس قانون کو جو مدینہ منورہ کے مختلف قبائل کے درمیان خارجی و اندرونی طور پر امن و امان اور سماجی بہبود کا معاہدہ تھا دوسری جہت سے دیکھا جائے تو یہ تمام قبائل کے مابین ہمہ قسم کے تعصبات کے خاتمے کا سرکاری اعلان تھا۔ ان میں یہود کے قبائل، انصار کے قبائل اور پھر مہاجرین جو مختلف قبائل سے تعلق رکھتے تھے، ان سب کو سماجی و ریاستی طور پر پہلی بار بلا تفریقِ رنگ و نسل و قبیلہ حقوق عطا ہو رہے تھے۔ یہ اس عہد کے مضبوط ترین قبائلی نظام پر کاری ضرب تھی اور یہ کارنامہ صرف نبی کریم ﷺ ہی کر سکتے تھے۔ آپ ﷺ نے اس کو نہ صرف تحریراً بلکہ عملاً بھی نافذ کیا اور اس کے ثمرات سے آج تک دنیا مستفید ہو رہی ہے۔ اسی طرح بیرون مدینہ آپ ﷺ نے کافی قبائل سے معاہدات کیے تھے جو مدینہ منورہ کے استحکام ہی کیلئے تھے لیکن ان سے ان جھگڑوں کا خاتمہ کرنا ہی مقصود تھا جو عصبیتوں کی بنیاد پر جاری تھے۔

قبائلی تعصبات کے خاتمہ کیلئے نبی کریم ﷺ نے ایک نہایت موثر حکمت عملی یہ اختیار کی کہ آپؐ نے مختلف قبائل میں نکاح فرمائے۔ آپ ﷺ نے نہ صرف مسلم قبائل میں نکاح فرمائے بلکہ اہل کتاب کے قبائل میں بھی نکاح کیے تاکہ مذہبی تعصبات کا بھی خاتمہ ہو سکے۔ مسلم قبائل میں سے حضرت عائشہؓ ، حضرت حفصہؓ اور حضرت زینبؓ سے نکاح کر کے ان خواتین کے خاندانوں سے اور قبائلی تعلقات کو استحکام دینا بھی تھا۔

---

[29] Ibn Kathir, Al-Bidayah wa an-Nihayah, Jild 3, s: 330

[30] Dehlavi, Shaikh ‘Abd al-Haqq, Madarij an-Nubuwwah, Sehem Kutub Khana, Lahore, Jild 2, s: 355

اس طرح حضرت صفیہؓ بن حی، حضرت اُم حبیبہؓ، حضرت جویریہؓ اور حضرت ماریہؓ سے نکاح کر کے اسلام دشمن قوتوں کو اخلاق اور محبت کا پیغام دینا تھا کہ تم ذات رسالت مآب ﷺ اور اسلام کے بارے میں کیا سوچ رکھتے ہو جبکہ اللہ کے نبی ﷺ تم سے کس طرح کے تعلقات چاہتے ہیں۔[31]

4.3 نسلی وعلاقائی تعصبات کا خاتمہ

نبی کریم ﷺ کی بعثت مبارکہ سے قبل پورا عرب معاشرہ نسلی وعلاقائی تفاخر میں مبتلا تھا۔ نسلی اعتبار سے اگر دیکھا جائے تو وہ اپنے باپ دادا اور خاندان پر بڑا فخر کرتے تھے اور دوسرے خاندانوں بالخصوص غلاموں کے ساتھ انتہائی ہتک آمیز رویہ رکھتے۔ اس طرح علاقائی تناظر میں اگر دیکھا جائے تو اہل عرب غیر عربوں کو عجمی کہتے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے تعصب وتفاخر کے ان دونوں باطل تصورات کا مختلف صورتوں میں خاتمہ کیا۔ اس ضمن میں سب سے پہلے آپ ﷺ نے غلام آزاد کرنے کی فضیلت اور اس پر اجر وثواب بیان فرمایا، نیز ان کے حقوق متعین کیے اور ان کو سماج کے مرکزی دائرے میں لے آئے۔ آپ ﷺ اگر غلاموں کے صرف حقوق ہی متعین فرماتے اور مختلف صورتوں میں ان کی آزادی کا حکم نہ دیتے تو اس سے ان کو حقوق تو حاصل ہو جاتے لیکن ان کے حوالے سے تعصبات کا خاتمہ نہ ہو سکتا۔ اس لیے آپ ﷺ نے سب سے پہلے ان کی آزادی کی ہی بات کی تاکہ ان کو غلام نہ کہا جائے اور نہ سمجھا جائے۔ اس کی واضح مثال نبی کریم ﷺ کا حضرت سلمان فارسیؓ کو غلامی سے آزاد کروا کر ان کو اپنے خاندان کا فرد قرار دینا علاقائی تعصبات کا خاتمہ کرنے کی ہی جہت ہے۔ علاقائی تعصبات کا خاتمہ کرنے کیلئے ایک اور رسول کریم ﷺ کی حکمت عملی شاہ حبشہ نجاشی کی غائبانہ نماز جنازہ ادا کرنا ہے[32]۔

اسی وجہ سے تو عصبیت کو جڑ سے ختم کرنے کے لیے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

" لیسِ منَّا من دَعا إلی عصبیّةٍ، ولیس مِنا من قاتل علی عَصَبیّةٍ، ولیس منا من مات علی عصبیّة۔"[33]

"جس نے عصبیت کی طرف بلایا وہ ہم میں سے نہیں، اور جس نے عصبیت کی بنا پر قتل کیا وہ بھی ہم میں سے نہیں اور جو عصبیت کی بنیاد پر مرا وہ بھی ہم میں سے نہیں۔"

قوم اور قبیلے کی وجہ سے عصبیت کا اظہار اسلام کے ملت واحدہ کے تصور سے انحراف والی صورت اختیار کرنا ہے۔ اگر سماجی اعتبار سے عصبیت کا ظہور ہو گا تو اس سے سیاسی عدم استحکام، فرقہ واریت کا فروغ ہو گا اور اگر وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم ہو گی، اپنی جماعت یا من پسند افراد تک ہی وسائل ومراعات کو محدود رکھا جائے گا تو اس سے بدعنوانی کا دروازہ کھلے گا۔

اس لیے نبی کریم ﷺ نے قبائلی، سماجی، جغرافیائی اور سیاسی تعصبات کی نفی کر کے انسانی حیات کے دو بنیادی حقیقی پہلوؤں کی طرف متوجہ کیا: ایک یہ کہ ہر انسان ابن آدم ہے، یعنی تمام انسان اپنی تخلیق کے اعتبار سے ایک باپ کی اولاد ہیں۔ اس بنا پر کسی کو کسی پر کسی بھی اعتبار سے

---

[31] Dehlavi, Shaikh ‘Abd al-Haqq, Madarij an-Nubuwwah, Jild 2, s: 355
[32] Al-Bukhari, Muhammad bin Isma‘il, Sahih al-Bukhari, Kitab al-Jana’iz, Raqm al-Hadith: 1320
[33] Abi Dawud, Sunan Abi Dawud, Abwab an-Naum, Bab fi al-‘Asabiyyah, Raqm al-Hadith: 5121

فضیلت حاصل نہیں۔ دوسرا پہلو انسانی عظمت و تکریم کا ہے، جس کیلئے تقویٰ کو بنیاد بنایا گیا ہے۔ ان واضح تعلیمات کے ہوتے ہوئے کسی انسان کے کسی بھی حوالے سے اپنے آپ کو دوسروں سے برتر و اعلیٰ سمجھنے جیسی سوچ کی نفی ہو جاتی ہے۔

نبی کریم ﷺ نے جس فلاحی معاشرہ کی تشکیل فرمائی۔ اس کی اساس ہی میں مواخات مدینہ اور میثاق مدینہ کی صورت میں ذات و طبقات کی برتری کے تمام باطل تصورات کا خاتمہ فرمایا۔ موجودہ معاشروں میں قبائل و طبقات اور قومیت و وطنیت کی سوچوں نے اسلام کی آفاقیت کو کمزور کرنے کی کوشش کی ہے جس کا نقصان اسلامی معاشروں کو ہی اٹھانا پڑا۔ عصر حاضر میں اگر ہم اپنے معاشرے پر غور و فکر کریں تو واضح ہوتا ہے کہ علاقائی، قبائلی، طبقاتی اور لسانی تعصبات نے وحدت ملی کے اصولوں کو جہاں پامال کیا ہے، وہاں اسلام کے تصور ملت سے بھی روگردانی کی ہے۔

5 نظریہ عصبیت اور قدیم بین الاقوامی قانون

نظریہ عصبیت تاریخ میں ایک خاص مقام رکھتا ہے۔ قدیم بین الاقوامی قوانین میں اس کے اثرات اس حد تک موجود دکھائی دیتے ہیں کہ مختلف تہذیبوں اور اقوام کے مابین تعلقات میں عصبیت کے اثرات کو ختم کر کے معاشرے میں امن اور استحکام کو فروغ دیا جائے۔ دراصل عصبیت ایسی فطری چیز ہے جو افراد کو گروہ بندی کی طرف مائل کر دیتی ہے اور قبائلی نظام اور سماجی اتحاد کو مضبوط کرتی ہے۔ بنیادی طور پر عصبیت میں دو پہلو پائے جاتے ہیں: مثبت اور منفی۔ مثبت پہلو ریاست کی ترقی اور معاشرتی اتحاد کا باعث بنتا ہے جبکہ منفی پہلو گروہوں اور مختلف اقوام کے درمیان تنازعات، تعصبات اور اختلافات کو فروغ دیتا ہے۔

5.1 قدیم رومی قانون اور عصبیت کا خاتمہ

رومی سلطنت کے قدیم قوانین میں دوسرے ممالک کے شہریوں کو ان کے حقوق کے احترام کرنے پر زور دیا جاتا تھا۔ رومیوں کے ہاں سب سے پہلا انسانی مساوات اور عالمی انصاف کا نظریہ جو رومی شہنشاہ جسٹینین اول نے مرتب کروایا اور بعد ازاں یہی نظریہ جدید بین الاقوامی قانون کی بنیاد بنا۔ رومی سلطنت نے اپنے قانون میں "جسٹس جنٹیم" (قانون اقوام) کا نظریہ متعارف کروایا جو کہ مختلف اقوام کے مابین مساوات اور عدل و انصاف کو جنم دیتا تھا۔ اس قانون کا بنیادی مقصد عالمی سطح پر امن و امان کا پرچار کرنا اور عصبیت کا خاتمہ کرنا تھا۔[34]

5.2 چینی فلسفہ میں عصبیت کا تصور

معروف چینی فلسفی کنفیوشس نے بھی سماج اور معاشرے میں تعصب اور عصبیت کے منفی اثرات کے خاتمہ سے متعلق اپنے نظریات پیش کئے۔ کنفیوشس نے براہِ راست ایسی مساوات یا غیر ملکیوں کے مساوی حقوق کی بات نہیں کی جیسی ہم آج حقوق شہری کی اصطلاح سے سمجھتے ہیں۔ وہ کسی دستاویز یا قول میں یہ نہیں کہتے کہ ریاست کے تمام شہریوں کو برابر حقوق حاصل ہوں۔ ان کی تعلیمات میں "حقوق" کی بجائے "ذمہ داریاں (duties) "اور اخلاقی کردار (ren) زیادہ اہم ہیں۔ کنفیوشس نے معاشرت میں نسب کی بجائے قابلیت کو فوقیت دی اور اپنے شاگردوں کی تعلیم میں ان کی سماجی پوزیشن کو خاطر میں

[34] International Law and the Roman Empire, University of Oxford, 2015

نہیں لاتے۔لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہر فرد کو قانونی یا سیاسی حقوق یکساں حاصل ہوں: یہ "meritocracy" اور "numerical equality" ہے ۔مساوی مواقع پر مبنی، مساوی سماجی کردار پر نہیں۔یہ ایک جدید، مغربی طرز کی تشریح ہے، جو کنفیوشس کے اصل متن اور تعلیمات سے زیادہ متاثر ہے۔اس کے مطابق بہترین ریاست وہ ہوتی ہے جس میں تمام شہریوں کو برابری کے حقوق دیئے جائیں اور اس ریاست میں مختلف ممالک کے ساتھ باہمی تعلقات احترام پر مبنی ہوں۔قدیم چینی قوانین میں اس بات پر زور دیا گیا کہ غیر ملکیوں کے ساتھ برابری اور حسن سلوک کو فروغ دیا جائے گا۔[35]

5.3 ہندو قانون اور نظریہ عصبیت

ہندو مت میں ہندوؤں کی سلطنت میں رہنے والے غیر ملکیوں کے ساتھ عصبیت کو ختم کرنے پر زور دیا گیا ہے اور انہیں اسی سماج اور معاشرت میں شامل کرنے پر زور دیا گیا ہے ۔ یہ ہندوؤں کے مذہبی راہنماؤں کا نعرہ تو نہیں لیکن ہندوؤں کی کتاب ”ارتھ شاستر“ جو کہ نظام سیاست اور معیشت پر لکھی گئی کتاب ہے۔اس کتاب میں کوٹلیہ نے ریاستی مفاد کے تحت مختلف مذاہب اور غیر ملکیوں کے ساتھ رواداری برتنے کی حکمت عملی بیان کی ہے۔چنانچہ کوٹلیہ کے مطابق "مختلف مذاہب کے مابین رواداری کو فروغ دینے اور عدم برداشت کے خاتمہ پر زور دیا گیا ہے اور یہی وہ چیزیں ہیں، جن کی وجہ سے عصبیت کا خاتمہ ممکن ہے۔" [36]

درج بالا بحث سے یہ واضح ہوا کہ قدیم بین الاقوامی قوانین میں عصبیت کو ایک روکاوٹ کے طور پر دیکھا گیا جو کہ مختلف ممالک اور اقوام کے مابین تصادم کو فروغ دیتا ہے۔قدیم فلسفے اور قوانین سے واضح ہوتا ہے کہ عصبیت کو ختم کرنے کے لیے انصاف، مساوات اور رواداری جیسے نظریات اور اصولوں کو اختیار کرنا ضروری ہے۔

5.4 اسلامی قانون میں بین الاقوامی تعلقات اور عصبیت کا خاتمہ

اسلامی قانون میں عالمی سطح کے تعلقات کے حوالے سے عصبیت سے دور رہنے پر زور دیا گیا ہے۔قرآن مجید کے مطابق مختلف قبائل اور اقوام میں تعلق اور تعارف کو ظاہر کرنے کے لیے قبیلے اور کنبے بنائے گئے ، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ۚ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ [37]

”اے لوگو! ہم نے آپ کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہارے کنبے اور قبیلے بنا دیئے تاکہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچان سکو۔بے شک تم میں سے زیادہ معزز وہ شخص ہے جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے۔بے شک اللہ تعالیٰ علم والے اور باخبر ہیں۔“

اسی تناظر میں سلامی تعلیمات کے مطابق فلاحی ریاست کو غیر مسلموں کے ساتھ مساوات اور عدل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔[38]

6 نظریہ عصبیت اور عصر حاضر کا قانون بین الممالک

[35] Confucius, Analects, 479 Q.M. (BCE)
[36] Kautilya, Arthashastra, Q.M. 300 (BCE)
[37] Al-Qur'an, 13:49
[38] Maududi, Abul A'la, Islami Riyasat, Islamic Publications, Lahore, 1948, s: 171

عصر حاضر میں نظریہ عصبیت ریاستوں اور اقوام کے مابین تعلقات پر بہت غلط اثرات مرتب کر رہا ہے۔ قانون بین الممالک اس بات کو یقینی بنانے کی کوشش کرتا ہے کہ عالمی سطح کے تعلقات میں عصبیت کو ختم کر کے رواداری، انصاف اور مساوات کو فروغ دیا جائے۔ عصر حاضر کے بین الاقوامی قوانین، تنظیمیں اور معاہدات اس بات کو یقینی بنانے کے لیے جستجو میں ہیں کہ بین الاقوامی سطح پر عصبیت کے منفی اثرات سے اپنے آپ کو بچایا جائے اور مختلف ممالک اور اقوام کے درمیان تعلقات میں توازن کو باقی رکھا جائے۔ موجودہ دور میں قانون بین الممالک کے ذریعے عصبیت کے منفی اثرات کو ختم کرنے کے لیے اقدامات کیے گئے ہیں۔ عالمی تنظیمیں اور اقوام متحدہ نے عالمی امن کے فروغ اور عصبیت کو ختم کرنے کے لیے متعدد اصول اور قوانین مرتب کیے ہیں جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

6.1 انسانی حقوق کا عالمی اعلامیہ

انسانی حقوق کے عالمی اعلامیہ 1948ء کے اندر یہ واضح طور پر کہا گیا ہے کہ بنیادی حقوق میں تمام انسان برابر ہیں اور کوئی بھی شخص رنگ، مذہب، قوم، یا نسل کی بنیاد پر دوسرے پر امتیاز نہیں رکھتا اس اعلامیہ کا اصل مقصد عصبیت کے خاتمے کے ساتھ ساتھ بین الاقوامی سطح پر انسانی حقوق کو فروغ دینا ہے۔[39]

6.2 عالمی عدالت انصاف

عالمی عدالت انصاف بین الاقوامی سطح پر اختلافات اور تنازعات کو پر امن طریقے سے انصاف کے ساتھ حل کرنے کے لیے ایک نہایت اہم کردار ادا کرتی ہے۔ ان عدالتی فیصلوں کا بنیادی مقصد عالمی سطح پر قوانین کے مطابق برابری اور مساوات کے ساتھ ساتھ انصاف کو بھی فروغ دینا ہے۔ یہ عدالت مختلف ممالک کے مابین پائے جانے والے تنازعات میں عصبیت کے خاتمے اور امن کے قیام کی بھرپور کوشش کرتی ہے۔[40]

6.3 اقوام متحدہ کا منشور

اقوام متحدہ کا منشور 1945ء تمام ممالک کی اقوام کو عصبیت سے پاک کرنے اور ایک دوسرے کے احترام پر مبنی تعلقات کے فروغ دینے پر زور دیتا ہے۔ آرٹیکل 1 میں مساوات، عالمی امن، اور برابری کے حقوق کو فروغ دینے پر زور دیا گیا ہے تاکہ تعصب اور عصبیت کو ختم کیا جا سکے۔[41]

6.4 نسلی امتیازات کا خاتمہ

1965ء میں "قائم ہونے والا، بین الاقوامی کنونشن برائے نسلی امتیاز کا خاتمہ" تمام ممالک کی اقوام کو اس بات کا پابند بناتا ہے کہ وہ نسلی امتیاز کا خاتمہ کر کے برابری، عدل و انصاف اور مساوات کو فروغ دیں۔ اس معاہدے میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ کسی مملکت کے لیے اپنی عوام یا دوسرے ملکوں کے لوگوں کے ساتھ عصبیت کی بنیاد پر مبنی کوئی بھی سلوک کرنا درست نہیں۔[42]

---

[39] Insani Huquq ka ‘Alami A‘lamiyyah, 1947, Article no. 2
[40] Bain al-Aqwami Adalat-e-Insaf ka Role, The Hague, 1947
[41] Aqwam-e-Muttahida ka Manshoor, 1945, Article no. 1
[42] Bain al-Aqwami Convention baraye Nasli Imtiyaz ka Khatma, 1965

ابن خلدون کا مؤقف تھا کہ ہر کامیاب حکومت کی جڑیں ایک مضبوط عصبیت میں ہوتی ہیں۔ وہ گروہ یا خاندان، جو ایک مضبوط عصبیت کے حامل ہوں، بالآخر اقتدار حاصل کر لیتے ہیں۔ حکومت عصبیت کی حتمی شکل ہوتی ہے، کیونکہ یہی طاقت کے اجتماع اور اقتدار کے تسلسل کو ممکن بناتی ہے۔ تاہم، ہر عصبیت حکومت میں تبدیل نہیں ہو سکتی۔ صرف وہی گروہ حکمرانی حاصل کرتے ہیں جن میں حمیت، استقامت اور قیادت کی صلاحیت ہو۔

عصبیت ایک ایسا سماجی بندھن ہے جو افراد کو متحد رکھتا ہے، ان میں باہمی تعاون اور یکجہتی پیدا کرتا ہے اور ایک اجتماعی مقصد کے تحت انہیں متحرک کرتا ہے۔ یہ تعلق خونی، سیاسی، سماجی، مذہبی یا نظریاتی ہو سکتا ہے، مگر اس کی جڑیں ہمیشہ ایک مشترکہ شناخت اور مفاد میں پیوست ہوتی ہیں۔ ابن خلدون کے مطابق، یہی عصبیت کسی بھی حکومت اور ریاست کے قیام کی بنیاد بنتی ہے۔

سماج میں مختلف طبقات کے درمیان کشمکش عصبیت کے اصول کے تحت ہی پیدا ہوتی ہے۔ بعض گروہ شریف النفس اور بلند اخلاق کے حامل ہوتے ہیں، جبکہ کچھ محض اقتدار کے خواہاں ہوتے ہیں۔ یہی اختلافات سیاسی کشمکش کو جنم دیتے ہیں، جہاں ہر طبقہ طاقت اور اقتدار کے لیے جدوجہد کرتا ہے۔ نتیجتاً، اقتدار ہمیشہ ان کے ہاتھ میں جاتا ہے جو نہ صرف عددی برتری رکھتے ہیں بلکہ عصبیت کے ذریعے متحد بھی ہوتے ہیں۔

ابن خلدون کے مطابق عصبیت ہی ایک ایسا ذریعہ ہے جس سے حمایت، دفاع اور جذبہ حق طلبی پیدا ہوتا ہے۔ غرض کہ قوت کا بلکہ ہر بات کا اسی پر مدار ہے کہ معاشرہ میں انسان کو ایک حاکم بالادست کی بھی ضرورت ہے جو لوگوں کو ظلم و تعدی سے روکے اور عصبیت کی وجہ سے ان پر حکمران ہو، کیونکہ اگر طاقتور نہ ہوگا تو لوگوں کو زیادتی سے کس طرح باز رکھ سکتا ہے۔ اسی طاقت کا نام مملکت و حکومت ہے۔ اگر ارباب عصبیت کسی بلند مرتبہ تک پہنچ جائیں تو ان کو اس سے اونچے مرتبے کی خواہش ہوتی ہے۔ پھر اگر کسی کو رتبہ و سیادت مل جائے اور اس کے پاس قہر و غلبہ کے ذرائع بھی موجود ہوں تو وہ بلا تامل قہر و غلبہ حاصل کر لیتا ہے اور اس سنہرے موقع کو نہیں چھوڑتا۔ کیونکہ حکومت و قہر، نفس کو طبعی طور پر محبوب ہے لیکن خود مختاری اور اقتدار حاصل کرنے کے لیے عصبیت کی طاقت کا ہونا ضروری ہے۔ یہی ہمارا دعویٰ تھا کہ عصبیت کی غرض حکومت کا حاصل کرنا ہے۔[43]

ابن خلدون کے مطابق، مذہب عصبیت کو مزید مستحکم کرتا ہے۔ دینی تحریکیں لوگوں کو متحد کرتی ہیں، ان میں فرقہ وارانہ اور ذاتی اختلافات کو ختم کرتی ہیں اور ایک مشترکہ نصب العین کے تحت انہیں متحرک کر دیتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تاریخ میں اکثر کامیاب حکمرانوں نے مذہبی یکجہتی کو اپنی سیاسی قوت میں تبدیل کیا۔ جب کسی قوم پر دینی رنگ چڑھ جاتا ہے تو وہ ہر قسم کی قربانی دینے کو تیار ہو جاتی ہے، کیونکہ ایمان کی طاقت ان کے باہمی اختلافات کو کمزور کر دیتی ہے اور انہیں ایک ناقابل تسخیر قوت میں بدل دیتی ہے۔ عصبیت محض ایک نظریہ نہیں بلکہ ایک زندہ حقیقت ہے جو ہر دور میں کارفرما رہی ہے۔ ماضی کی عظیم سلطنتوں سے لے کر جدید سیاسی تحریکوں تک، کامیاب حکمرانی تمام تر اسی اصول پر قائم رہی

[43] Ibn Khaldun, Muqaddimah, Bab Doem, Fasl 17, Jild 1, s: 253

ہے۔ابن خلدون کا فلسفہ آج بھی سماجی علوم میں ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے اور ہمیں انسانی معاشروں کی پیچیدگیوں کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے۔[44]

7 عصبیت بین الممالک

عصبیت بین الممالک سے مراد ہے کہ کوئی ملک یا قوم دوسرے ممالک یا اقوام سے اپنے آپ کو برتر سمجھے اور اس برتری کا اظہار وہ شدت پسندی سے کرے۔ عصبیت بین الممالک ایسے خیالات کو جنم دیتی ہے جس کی وجہ سے ایک ملک یا ایک قوم اپنی تہذیب و ثقافت، اپنے اقدار یا اپنے مفادات کو فوقیت دیتی ہے اور بسا اوقات ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ وہ دوسرے ممالک کے حقوق کو پس پشت ڈالتے ہوئے اپنے قومی یا بین الاقوامی مفادات کو مسلط کرنے کی بھرپور کوشش کرتی ہے، عصبیت بین الممالک کا رویہ عمومی طور پر اقتصادی، معاشی، سیاسی اور معاشرتی میدان میں واضح طور پر نظر آتا ہے جہاں پر طاقتور ممالک اور بڑی طاقتیں دنیا کے کمزور ترین ممالک پر اپنا اثر رسوخ اور رعب و دبدبہ بڑھانے کی سر توڑ کوشش کرتی ہیں۔ جس کے نتیجہ میں بین الاقوامی سطح پر عدم انصاف اور عدم مساوات پر مبنی تنازعات جنم لیتے ہیں۔

7.1. عصبیت بین الممالک کے بنیادی عناصر

عصبیت بین الممالک سے مراد مختلف ممالک یا اقوام کے مابین عصبیت کی جڑیں مختلف عناصر میں پیوست ہونا ہے جس سے یہ عصبیت عالمی سطح پر کشیدگی، اختلاف اور تنازعات کے جنم لینے کا باعث بنتی ہے۔ یہ مذکورہ عناصر مندرجہ ذیل ہیں:

7.1.2 سیاسی نظام کا اختلاف

مختلف ممالک کے مابین سیاسی نظام میں اختلافات کا پایا جانا عصبیت کو پیدا کرتا ہے، جیسا کہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ جمہوری ممالک اور غیر جمہوری ممالک کے مابین اکثر طور پر کشیدگی پائی جاتی ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک اپنے نظریات کو دوسرے کے نظریات سے مختلف سمجھتا ہے نیز اپنے نظریات و تصورات کو درست سمجھتا ہے۔[45]

7.1.2 قوم پرستی

بین الممالک عصبیت کا ایک اہم عنصر قوم پرستی کا پایا جانا ہے جس میں ایک ملک دوسرے ممالک پر اپنی برتری کا اظہار کرتے ہوئے ان کو کمتر سمجھتا ہے اور اپنی برتری ظاہر کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ جس کا نقصان یہ ہوتا ہے کہ قوم پرستی کی وجہ سے اکثر علاقائی جھگڑے اور تنازعات پیدا ہو جاتے ہیں۔[46]

7.1.3 معاشی مفادات

[44] Ibn Khaldun, Muqaddimah, s: 136
[45] Fariduddin, Doctor, Siyasi Nazriyat aur Bain al-Aqwami Taluqat, Matbu‘at Islam, 2020, s: 136
[46] Anwar ‘Alam, Doctor, Qaum Parasti aur Bain al-Aqwami Taluqat, Idarah ‘Uloom-e-Siyasi, 2015, s: 93

بین الممالک عصبیت کو بڑھانے میں معاشی اور تجارتی مفادات بھی اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ ہر ملک اپنے اقتصادی مفادات وسیع تر کرنے کے لیے دوسرے ملک پر معاشی دباؤ ڈالتا ہے جس کی وجہ سے دونوں ممالک کے درمیان تناؤ میں اضافہ ہوتا ہے۔[47]

7.1.4 تاریخی اختلافات

بین الممالک عصبیت کے عناصر میں سے ایک عنصر تاریخی اختلافات کا پایا جانا بھی ہے۔ گذشتہ زمانے میں ہونے والی جنگوں یا تنازعات کی یادیں اور ان سے وابستہ تلخ حقائق اکثر ممالک کے درمیان تعلقات کو خراب کر دیتی ہیں اور ان کے بہتر تعلقات پر اثر انداز ہوتی ہیں۔[48]

7.1.5 اسلحہ سازی و عسکری طاقت میں برتری

بین الممالک عصبیت کے عناصر میں سے ایک اہم عنصر اسلحہ سازی میں برتری حاصل کرنے کی خواہش رکھنا ہے۔ دنیا کا ہر ملک اپنی عسکری برتری قائم رکھنے کے لیے دوسرے ممالک پر دباؤ ڈالتا ہے اور اپنی عسکری طاقت ظاہر کرنے کے لیے زیادہ سے زیادہ اسلحہ سازی میں دلچسپی رکھتا ہے اور یہ عصبیت کو ہوا دیتا ہے۔[49]

7.1.6 ثقافتی اور مذہبی فرق

بین الممالک عصبیت کا ایک عنصر ثقافتی اور مذہبی فرق کا پایا جانا ہے۔ مختلف ممالک اپنے مذہبی اور ثقافتی اختلاف کی وجہ سے اکثر طور پر تعصب اور دشمنی کا شکار ہو جاتے ہیں جس کی وجہ سے عالمی سطح پر ممالک کے درمیان تعلقات خراب ہو جاتے ہیں اور آپس میں کشیدگی پائی جاتی ہے۔[50]

8 نظریہ عصبیت کے قانون بین الممالک پر اثرات

ابن خلدون کا نظریہ عصبیت قومی یکجہتی، اتحاد، مشترکہ مفادات اور خلافت کے ادارے کی مضبوطی کے لیے بنیادی کردار ادا کرتا ہے، تاہم عالمی سطح پر اس کو اثرات کو مندرجہ ذیل پہلوؤں اور جہات سے دیکھا جا سکتا ہے:

8.1 خارجہ پالیسی کے تعین میں مددگار

ہر ملک کی اپنی خارجہ پالیسی ہوتی ہے جس کے ذریعے سے اقوام کی ترجیحات اور معیارات سامنے آتے ہیں۔ قومی یکجہتی کے ضمن میں خارجہ پالیسی واضح اور نمایاں کردار ادا کرتی ہے۔ مذہبی، قلبی اور جذباتی وابستگیاں کسی بھی ملک کی خارجہ پالیسی کے تعین کے بنیادی خطوط ہوتے ہیں

[47] Parvez Khan, Doctor, 'Alami Siyasat aur Iqtisadi Mafadaat, Idarah Matbu'at Pakistan, 2017, s: 234
[48] Khuram Abbasi, Professor, Pakistan Bharat Taluqat aur Tareekhi Tanaza'at, Jamia Karachi, 2019, s: 10
[49] Tariq Mahmood, Doctor, Askari Taqat aur Bain al-Aqwami Siyasat, Idarah Publishers Urdu Bazar Lahore, 2018, s: 209
[50] Zahid Husain, Professor, Bain al-Aqwami 'Asabiyyat aur Mazhabi Ikhtilafat, Idarah Tehqeeqat Islami, 2016, s: 79

جن پر ممالک کے مابین تعلقات کی عمارت استوار کی جاتی ہے۔اسلامی جمہوریہ پاکستان سمیت دیگر اسلامی ممالک کا حرمین شریفین کی عظمت کی بنا پر مملکت سعودیہ کے ساتھ تعلقات اس کی واضح مثال ہیں۔

ترقی پذیر ممالک کے لیے ملکی وسائل اور دفاع کے لحاظ سے بھی خارجہ پالیسی تشکیل دیناپڑتی ہے۔طاقت کے توازن کو برقرار رکھنے اور آلاتِ حرب وضرب کے تبادلہ میں اپنی ہم نظریہ طاقتور ریاست سے اچھے تعلقات رکھنا قدرے کمزور ریاست کی خارجہ پالیسی کا اہم حصہ ہوتی ہے۔ اس کی واضح مثال اسلامی جمہوریہ پاکستان کا ایٹمی طاقت کا حامل ہوناہے ۔ایٹمی قوت کی حامل واحد اسلامی ریاست ہونے کا اعزاز نہ صرف مملکتِ پاکستان کے دفاع کو ناقابلِ تسخیر بناتاہے بلکہ دیگر مسلم ممالک کو بھی اغیار کے تسلط وجبر سے محفوظ رکھتاہے۔

8.2 تنازعات کا خاتمہ

نظریہ عصبیت کی وجہ سے قومی یکجہتی اور اتحاد کو فروغ ملتاہے،جو ریاستی سطح پر تنازعات کو ختم کرنے میں مدومعاون ثابت ہوتاہے۔ جب ریاستوں کے مابین ثقافت، مذہب اور قوانین ایک جیسے ہوں تو بین الاقوامی تعلقات نہ صرف مضبوط ہوتے ہیں، بلکہ تمام ممالک مل کر ایک دوسرے کی معاونت بھی کرتے ہیں۔ اس کی واضح مثال پاک بھارت تنازع میں فوری طور پر عالمی قوتوں کا اثرانداز ہونااور جنگ بندی پر زور دیناہے۔ ہر ملک کے دوسرے کے ساتھ تعلقات اس امر کو یقینی بناتے ہیں کہ وہاں امن برقرار رہے تاکہ تجارت، شہریوں کی آمدورفت جیسے معاملات خوشگوار طور پر جاری وساری رہیں۔

8.3 طاقت کے توازن میں تبدیلی

نیوورلڈ آرڈر کے تحت پوری دنیا پر حکمرانی کے خواب کی بدولت آج عالمِ کفر باہم مخالف ہونے کے باوجود ایک دوسرے کے ساتھ معاونت پر مجبور ہے۔ان کو معلوم ہے کہ اگر یہ تعلیم، ٹیکنالوجی، اسلحہ سازی اور تجارت میں ایک دوسرے کے ساتھ معاونت کی پالیسی اختیار نہیں کریں گے تو طاقت کے توازن میں تبدیلی پیدا ہوسکتی ہے جس کی ایک جھلک موجودہ پاک بھارت جنگ میں انڈیا کے مقابلے میں پاکستان اور چین کے باہمی ربط اور تعاون کی صورت میں دیکھی جاسکتی ہے۔اس کے نتیجے میں تجارت کو بھی فروغ دیا جاسکتاہے اور اسلحہ سازی کی صنعت بھی پروان چڑھ سکتی ہے۔

8.4 فکری وتہذیبی تصادم میں انسدادِ مفاسد

موجودہ جغرافیائی اور نظریاتی منظر نامہ اس بات کا غمازی ہے کے تہذیبوں کے مابین تصادم ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے۔ طاقتور اور کمزور کی چپقلش روزِ اول سے جاری اور انسانیت انہی دو طبقات میں تقسیم نظر آتی ہے۔ عصرِ حاضر میں

ایک طرف طاقتور اور جدید ٹیکنالوجی سے لیس قوتیں ہیں جن کے تمام عالمی ادارے ماتحت نظر آتے ہیں۔وہ اپنی مرضی اور منشاء کے مطابق کوئی بھی پالیسی نہ صرف تشکیل دیتے ہیں بلکہ زبردستی اس کا نفاذ بھی انہی اداروں کی سرپرستی میں یقینی بنالیتے ہیں جو اپنے زعم میں تمام انسانیت کی فلاح کے دعویدار ہیں۔ان کے مقابلے میں کمزور اور غریب افریقی اور مشرقِ وسطیٰ کے مظلوم مسلمان ممالک ہیں، جن پر ہر وقت تجربات کیے جارہے ہیں۔ انہیں ظلم کی چکی میں پیسا جارہاہے اور جغرافیائی طور پر تقسیم در تقسیم کرکے ان پر قبضہ جمانے کی کوششیں جاری ہیں۔

ان تہذیبوں کے ٹکراؤ سے بچنے کے لیے لازمی طور پر ان کے فکری ماخذ کو تسلیم کر کے اس جاری کشمکش کو اختتام کی طرف لانا پڑے گا ۔یہ تصادم جن مفاسد کا باعث بنتا ہے ان کا انسداد اہم وقتی ضرورت ہے اور عصبیت کا پہلو اس میں اہم کردار ادا کر سکتا ہے بایں طور کہ تمام ممالک ایک دوسرے کے فکری و تہذیبی ماخذ کا احترام لازمی بنائیں،اظہارِ رائے اور تعلقات کی آزادی ہر ایک کو حاصل ہو اور ہمہ قسم کے جبر واستبداد کا خاتمہ ہو۔

8.5 سائنسی ٹیکنالوجی اور اسلحہ سازی میں مسابقت

جدید دور ٹیکنالوجی کا دور ہے۔آج عالمی معاہدوں سے لے کر جنگ ماضی کے مقابلے میں بالکل ایک الگ شکل اختیار کر چکی ہے۔ایک بٹن دبانے سے پوری دنیا میں بھونچال پیدا کیا جا سکتا ہے۔ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم دنیا کی تباہی کا باعث بن سکتے ہیں۔اس قدر مہلک اور تباہ کن صلاحیتوں کے حامل ہتھیار ہونے کے باوجود عالمی قوتیں ان میں مزید مہارت اور پھیلاؤ کی نہ صرف خواہاں بلکہ عملی طور پر اس کے لیے تگ ودو کرتی نظر آتی ہیں۔اس سب کے پیچھے نظریہ عصبیت کار فرما ہے جس کی بدولت طاقتور قوتیں کمزور ممالک کے وسائل پر قابض ہونے اور اپنی برتری ثابت کرنے کے درپے ہیں۔

8.6 عالمی سیاسی منظر نامہ کی تبدیلی

اس عالمِ فانی میں کسی فرد اور کیفیت کو بقا حاصل نہیں۔ماضی کے حاکم حال میں محکوم نظر آتے ہیں اور حال کے حاکمین کی حاکمیت کو ایک نہ ایک دن زوال یقینی ہے۔یہی وجہ ہے کہ ابتدا سے روئے زمین کی سیاست ان گنت تبدیلیوں کا محور ومرکز رہی ہے۔ابن خلدون کا نظریہ عصبیت عالمی سیاسی منظر نامہ پر اس طرح اثر انداز ہوتا ہے کہ عصبیت کی بدولت طاقتور ریاستیں اجتماعی مفادات اور یکجہتی کی بناء پر گٹھ جوڑ کرتی ہیں۔یہ تبدیلی وقت کے ساتھ پیدا ہوتی رہتی ہے، جس کی واضح مثال امریکہ اور چین کے اندرونی اختلافات کے باوجود بعض معاملات میں ایک دوسرے کی تائید وحمایت ہے۔اس طرح عصبیت نہ صرف ریاستوں کے اندرونی استحکام، بلکہ عالمی نظام کی ساخت کو بھی تشکیل دیتی ہے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس میں تبدیلی بھی لاتی رہتی ہے۔

9 خلاصۃ البحث

عصبیت انسانی معاشروں میں ایک قدیم اور فطری جذبہ ہے، جس کے تحت افراد اپنے قبیلے، نسل، قوم یا گروہ سے جذباتی وابستگی اور وفاداری کا مظاہرہ کرتے ہیں۔عصبیت کا یہ جذبہ اگرچہ بعض اوقات اتحاد اور نظم پیدا کرتا ہے، لیکن بین الاقوامی سطح پر یہ انصاف، مساوات اور عالمی امن کے لیے ایک بڑا خطرہ بن جاتا ہے۔قانون بین المالک کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ دنیا کی اقوام آپس میں امن و امان، باہمی احترام اور انصاف کے اصولوں پر مبنی تعلقات قائم کریں۔یہ قانون بین الاقوامی معاہدات، روایات، عدالتوں کے فیصلوں اور دیگر اصولوں پر مشتمل ہے، جو تمام اقوام پر یکساں طور پر لاگو ہونے چاہییں،لیکن جب عصبیت کو فوقیت دی جاتی ہے تو قانون بین المالک کی روح متاثر ہوتی ہے۔تاریخ گواہ ہے کہ جب قومیں نسلی، لسانی، یا قومی تعصب میں مبتلا ہو کر فیصلے کرتی ہیں، تو وہ بین الاقوامی قوانین کی پاسداری کے بجائے اپنے مفادات کو

ترجیح دیتی ہیں۔ نتیجتاً نوآبادیاتی دور میں یورپی طاقتوں نے عصبیت کی بنیاد پر کمزور اقوام کو غلام بنایا اور انصاف کے عالمی اصولوں کو پامال کیا۔اس طرح کمزور اقوام پر ظلم و تشدد کا راستہ ہموار ہوتا ہے۔

عصر حاضر میں سپر پاورز اور ان کی اتحادی قوتیں اپنے سیاسی، اقتصادی اور عسکری مفادات کے لیے قانون بین المالک کی صریح خلاف ورزی کرتی ہیں۔اس کا سبب یہ ہے کہ دنیا کی طاقتور اقوام ان قوانین کو اپنے تابع کرنے کی کوشش کرتی ہیں، جب کہ کمزور ممالک کو قانونی تقاضوں کے ذریعے سخت قوانین اور ظلم و بربریت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔اس طرح قانون بین المالک عملاً طاقتور اقوام کا ہتھیار بن کر رہ جاتا ہے۔عصبیت کی موجودگی میں حقیقی بین الاقوامی انصاف ممکن نہیں ہو سکتا، کیونکہ تعصب کے زیرِ اثر قومیں دوسروں کے حقوق کو تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں ہوتیں۔اس لیے ضروری ہے کہ بین الاقوامی تعلقات میں ذاتی، نسلی یا قومی مفادات پر عالمی فلاح و بہبود، انسانیت کی اقدار اور عدل و مساوات کو ترجیح دی جائے۔اقوامِ عالم کو چاہیے کہ وہ تعصبات کو ترک کر کے خالص انسانی بنیادوں پر قانون بین المالک کا احترام کریں تاکہ دنیا میں پائیدار امن، مساوات اور عدل قائم ہو سکے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب تک عصبیت کا غلبہ ختم نہیں ہوتا، بین الاقوامی قوانین محض کمزور اور مظلوم اقوام کے لیے سزا کا ذریعہ بنے رہیں گے اور حقیقی عالمی انصاف کا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکے گا۔

نتائج مضمون

اس مضمون سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں:

1. ابن خلدون کے نظریۂ عصبیت کو قانون بین المالک کے تناظر میں گروہی اتحادوں، ریاستی تعلقات اور قانون کے نفاذ میں واضح طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔
2. قانون بین المالک کی موجودہ شکل مغربی فلسفے، استعماری توسیع اور لبرل ازم کی بنیاد پر بنی ہے، جس میں غیر مغربی تہذیبوں کے تجربات کو کم اہمیت دی گئی ہے۔
3. یورپی یونین، افریقی یونین، برکس، او آئی سی اور نیٹو جیسے ادارے محض معاہداتی ڈھانچے نہیں بلکہ مشترکہ تاریخ، ثقافت اور مفادات پر مبنی عصبیت کے اظہار ہیں۔
4. قانون بین المالک کا طاقتور ریاستوں پر اطلاق نہیں ہو پاتا۔ اس کا نفاذ اکثر سیاسی اتحادوں اور گروہی وفاداریوں پر منحصر ہوتا ہے۔
5. اسلامی مشترکہ نظامِ حکومت یعنی خلافت کے ادوار میں اجتماعی عصبیت اور قانون کا گہرا تعلق تھا، جو ریاستی استحکام اور حکمرانی میں بنیادی کردار ادا کرتا رہا۔

6. قانون بین المالک کی تشکیل اور تجزیہ میں اب غیر مغربی علمی بنیادوں، خصوصاً اسلامی تصورات کو شامل کرنے پر زور دیا جا رہا ہے۔
7. قانون بین المالک میں حقیقی مساوات اور شمولیت کے لیے مختلف تہذیبی و فکری ماخذوں کو تسلیم کرنا ضروری ہے۔ جس کے نتیجے میں حقیقی عالمی نمائندگی کے لیے اس کا نوآبادیاتی ورثہ ختم کر کے مختلف تہذیبوں کی دانشمندی کو شامل کیا جانا چاہیے۔

This work is licensed under an Attribution-ShareAlike 4.0 International (CC BY-SA 4.0)